ڈاکٹر علی بیات
استاد شعبہ اردو،یونیورسٹی آف تہران،ایران

قاضی سجاد حسین کا مترجمہ دیوانِ حافظ

Dr. Ali Bayat
Department of Urdu,University of Tehran.Iran

Translated Dewaan of Hafiz by Qazi Sajjad Hussain

Qazi Sajjad Hassain was a renowned scholar and translator of the Sub-continent. He was born in Bajor in 1910. He translated many classical scripts of Persian literature. He was honored by the government of Iran for his great work for the Persian language and literature. In this research paper the qualities of his translated "Dewaan e Hafiz" have been discussed in detail.

برِّعظیم پاک و ہند میں فارسی زبان وادب کے عظیم کارناموں کی، کئی صدیوں سے، ادب دوست طبقے کے توسط سے پذیرائی مل رہی ہے اور حق یہ ہے کہ اس خطۂ ارضی کے ادیبوں اور دانشوروں نے جس طرح کی فارسی زبان و ادب کی خدمات سرانجام دی ہیں، وہ تعریف وتمجید کی حدّ سے باہر ہیں۔ان عظیم ادبی شہپاروں میں سے ایک، حافظ شیرازی کی دلکش اور نغز غزلیں ہیں، جو حافظ کی اپنی زندگی ہی میں، یہاں مشہور خاص و عام ہوگئیں اور آٹھویں صدی ہجری سے لیکر آج تک، ہر کوئی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق، ان سے حظّ اٹھانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ جب تک فارسی کا درور دورہ برِّعظیم پاک و ہند میں رہا، تو ان کے کلام کو فارسی ہی میں پڑھنے اور سمجھنے کی کوششیں گئیں، لیکن جب فارسی کا ستارہ اقبال، افول وتنزّل کی طرف گامزن ہوا اور اردو اور دیگر علاقائی زبانوں کو پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا، تو اہل ذوق کو یہ محسوس ہوا کہ اس پُرکیف کلام کو فارسی کے کوچے سے نابلد لوگوں تک پہنچانا از بس ضروری ہے۔اس لیے انیسویں صدی سے لیکر آج تک فارسی کے مشہور ادبی کارناموں کے ساتھ ساتھ، حافظ کے کلام کا بھی اردو اور برِّعظیم کی دیگر زبانوں میں تراجم کے عمل نے زور پکڑا ہے۔ چنانچہ دیوان حافظ کے بہت سے اردو تراجم مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شکل میں دستیاب ہیں۔ ان تراجم میں، مولانا قاضی سجاد حسین کے ترجمے کا شمار، اس سرزمین کے مقبول ومشہور تراجم میں ہوتا ہے۔ ذیل میں اس ترجمے کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، اختصاراً پیش خدمت ہے۔

مترجم کا تعارف: مولینا قاضی سجاد حسین ۳ نومبر ۱۹۱۰ء میں کرتپور ضلع بجنور کے ایک علمی وتاریخی خاندان میں پیدا ہوئے۔ان کے والد حکیم قاضی شمشاد حسین نے اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت پر غیر معمولی توجہ دی۔کوثر چاند پوری کے مطابق:

> عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم کرتپور ہی میں ہوئی۔۱۳۴۴ھ.ق انہیں دارالعلوم دیوبند میں داخل کیا گیا۔۱۳۴۸ ھ.ق تک وہاں تعلیم پاتے رہے۔سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۳۴۹ھ.ق سے مدرسہ فتحپوری دہلی میں درس کی خدمات سرانجام دینا شروع کیں اور ۱۹۴۷ء میں مدرسے کے منصب پر پہونچ گئے۔اگرچہ مولانا عربی علوم میں مہارت پیدا کر چکے تھے۔لیکن علم کی پیاس نہیں بجھی تھی۔چنانچہ انھوں نے پڑھانے کے ساتھ پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا اور ۱۹۳۴ء میں الہٰ آباد بورڈ سے فاضل ادب کا امتحان دے کر تمام بورڈ میں درجۂ اوّل کامیابی حاصل کی۔پھر ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے آنرز ان عربک (مولوی فاضل) پاس کیا...اس کے علاوہ منشی فاضل درجۂ اول پاس کیا اور عربی فارسی کے دوسرے امتحانات بھی دیئے۔(۱)

انھوں نے دیوان حافظ کے علاوہ مولانا روم کی مثنوی معنوی کے چھ دفتروں، شیخ سعدی کی ’گلستان‘ اور ’بوستان‘ اور ملاحسین واعظ کاشفی کے ’ترجمۂ اخلاق محسنی‘ کو بھی اردو کا جامہ پہنایا ہے۔۱۹۶۶ء میں ہندوستان کے اس دور کے صدر نے ان کی فارسی زبان وادب اور دیگر علمی وادبی خدمات کے پیش نظر، قاضی سجاد حسین کو ’’Certificate of Honers in Persia‘‘ نوازا۔

ترجمے کا تعارف: یہ ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۹۶۱ء میں دہلی سے چھپا اور ۱۹۷۳ء میں اس کی تیسری طباعت منظر عام پر آ گئی، جس پر کوثر چاند پوری صاحب نے ایک مفصل دیباچہ تحریر کیا۔اس دیباچے میں انھوں نے خواجہ حافظ کی زندگی، ان کے عہد اور ان کی شاعری پر مشتمل ایک مجمل مگر عالمانہ اور محققانہ تعارف پیش کیا ہے۔اس میں انھوں نے خواجہ کے کلام کے ساتھ ساتھ مختلف کتابوں سے فایدہ اٹھایا ہے اور آخر میں قاضی سجاد حسین صاحب کی مختصر سوانح اور ان کے علمی کارناموں کی طرف اجمالاً اشارہ کیا ہے۔

کوثر چاند پوری قاضی صاحب کے نزدیک دیوان حافظ کے ترجمے کی ضرورت، اہمیت اور خصائص کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں:

> ماضی قریب میں بعض حضرات نے وقت کے تقاضوں کا خیال کرتے ہوئے دیوان حافظ کے اردو تراجم شائع کیے۔لیکن جس انداز سے ان کی اشاعت ہوئی، اس میں وہ حسن اور معیار نہ تھا جس سے جدید ذوق کی تسکین ہوتی۔ملک میں سب سے پہلے مولانا سجاد حسین صاحب، صدر مدرسہ فتحپوری دہلی نے عوام کے ذوق کی بلندی کا احترام کرتے ہوئے، دیوان حافظ کا ایک معیاری نسخہ بازار میں پیش کیا۔ترجمہ میں زبان کی سلاست، روانی اور اختصار کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور زائد اور غیر ضروری الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا گیا ہے۔کوشش کی گئی ہے کہ اصل شعر کی روح، ان کی رواں دواں اور آسان نثر میں منتقل ہو جائے۔(۲)

اس دیباچے کے بعد، ایک حصہ ’کلام حافظ اور فال‘ کا ہے۔اس حصے کے مصنف، دہلی کی مسجد فتحپوری سے وابستہ

مولانا محمد میاں صاحب قمر دہلوی ہیں۔ اس میں انھوں نے حافظ کے کلام سے فال نکالنے کے کچھ واقعات کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد فال نکالنے کے طریقے اور دن رات کے مختلف اوقات کی مناسبت سے فالوں کی ۹ جدولیں پیش کی ہیں۔ اس حصے کے بعد غزلیات کا حصہ ہے۔ برّعظیم میں دیوان حافظ کے مختلف نسخے چھپے ہیں اور اکثر نسخوں میں بھی غزلوں کی تعداد میں یا اشعار کی تعداد اور الفاظ میں فرق پائے جاتے ہیں۔ شاید یہ کہا جاسکے کہ اکثر مترجموں کا دھیاں اس نکتے کی طرف کم رہا کہ جس نسخے کا وہ ترجمہ کرنا چاہتے ہیں وہ معتبر نسخوں میں سے ہے یا نہیں؟ گویا جو مروّجہ نسخہ ان کے سامنے موجود تھا اسی کے بے کم و کاست ترجمے پر لگ گئے۔ یہی حال قاضی سجاد حسین صاحب کے مترجَم نسخے کا ہے۔ اس نسخے میں ۶۳۳ غزلیں ہیں۔ اس تعداد کی غزلیں اس وقت کے مترجَم نسخوں میں کسی میں بھی موجود نہیں ہے۔ غزلوں کے بعد ایک عنوان ''متفرّقات دیوان خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ'' آیا ہے۔ اس کے بعد 'افراد' کے تحت ۱۲۸ اشعار کا ذکر ہے۔ ۷۹ رباعیات، ایک مخمس، ایک مسدّس، ۳۰ قطعات (۳)

اس کے بعد ایک مثنوی، ۵ قصائد، ایک ترکیب بند، ایک ترجیع بند اور ۴ ساقی نامے موجود ہیں۔ قاضی صاحب کے اس ترجمے کو دیوان حافظ کے دوسرے تراجم کی بہ نسبت زیادہ مقبولیت ملی اور اب تک اس کی مختلف طباعتیں ہندوستان اور پاکستان میں سامنے آ گئی ہیں۔ اس بارے میں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ پاکستان میں موجودہ طباعتیں جو وقتاً فوقتاً سامنے آتی ہیں، پہلی طباعت کے عکسی نسخے ہیں۔ ذیل میں اس ترجمے کے محاسن اور کمزوریوں پر تبصرہ کیا جائے گا۔

ترجمے کے محاسن: دیوان حافظ کے ترجمے میں انھوں نے ہر مصرع کے نیچے بین السطور میں انتہائی مختصر لفظوں میں اپنا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ان کا ترجمہ اکثر لفظی ہے اور بہت کم مفہومی ترجمے کا اہتمام دیکھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود دیوان حافظ کے اردو تراجم ان کا یہ ترجمہ بہترین تراجم میں سے ہے۔ ایسا ترجمہ اُس وقت کامیاب ہوسکتا ہے کہ مترجم کو مبدا و مقصد زبانوں میں مہارت حاصل ہو اور دونوں زبانوں کے الفاظ، تراکیب، اصطلاحات اور دیگر امور میں مترجم مکمّل عبور رکھتا ہو۔ قاضی صاحب ہی ایسے مترجم ہیں کہ ترجمے کے محدودے میں رہ کر، حافظ اور اس کی گہری شاعری کا بہترین ترجمہ پیش کر چکے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا مناسب ہے کہ اس ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مترجم کو فارسی اور اردو میں نہایت مہارت حاصل ہونے کے نتیجے میں ترجمہ بہ حیثیت مجموعی سادہ زبان میں ہر طبقے کے قاری کے لیے مفید ہوسکتا ہے۔ ذیل کا شعر دیکھیے:

منم کہ دیدہ بہ دیدار دوست کردم باز
چہ شکر گویمت اے کارساز بندہ نواز

ترجمہ: میں ہوں جس نے دوست کے دیدار پر آنکھ کھولی ہے، اے کام بنانے والے! غلام کو نوازنے والے! تیرا کس طرح شکریہ ادا کروں؟ (۴)

اس سے مختصر لفظوں میں اس شعر کا مفہوم بیان کرنا ممکن نہیں ہے اور اس مہم کو قاضی صاحب نے بخوبی سر کیا ہے۔ ذیل کا شعر دیکھیے:

شراب تلخ میخواہم کہ مرد افگن بود زورش

کہ تا یک دم بیاسایم زدنیا و شر وشورش

ترجمہ: میں ایسی کڑوی شراب چاہتا ہوں کہ جس کا زور مردافگن ہو، تاکہ دنیا اور اس کے شور وشر سے ذرا آرام پاؤں۔ (۵)

اس شعر کے ترجمے میں مترجم نے شعر کی فارسی ترکیب اور الفاظ کی مدد سے اردو قاری کے لیے مختصر ترین صورت میں شعر کا مفہوم بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو:

کسی کہ حُسنِ رخِ دوست در نظر دارد

محقق است کہ او حاصل بصر دارد

ترجمہ: جو شخص، دوست کا حسن نگاہ میں رکھتا ہے، یہ بات طے ہے کہ وہ بینائی کا ماحصل رکھتا ہے۔ (۶)

ترجمہ بالکل صحیح اور مناسب ہے۔ اس شعر کا پہلا مصرع نسخہ مطبوعہ غنی قزوینی میں: ''کسی کہ حسنُ وخطِ دوست...'' ہے۔ بہر حال شعر کے موجودہ صورت کا ترجمہ صحیح ہے۔

قاضی صاحب کو یہ معلوم ہے کہ ایک اردو زبان قاری کے لیے فارسی الفاظ و تراکیب وغیرہ میں کس چیز کے ترجمے کی ضرورت ہے اور کس چیز کے لیے مزید وضاحت کی۔ ذیل میں دو مثالوں کی مدد سے ان کی اس مہارت کے نمونے کے دکھانے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں ذیل کا شعر دیکھیے:

زحسرت لب ِشیرین ہنوز می بینم

کہ لالہ می دمد از خاک تربت فرہاد

ترجمہ: میں دیکھتا ہوں کہ شیریں کے ہونٹوں کی حسرت میں اب تک، فرہاد کی قبر کی مٹی سے لالہ اُگتا ہے۔ (۷)

مترجم کو شیریں و فرہاد اور لالہ کے عاشق کی قبر سے اُگنے کی وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ادب سے دلچسپی لینے والے اردو قاری کو بخوبی فرہاد وشیریں کی کہانی اور لالے کے پھول سے وابستہ خیالات سے واقفیّت ہوتی ہے۔ اس امر سے مترجم بھی واقفیّت رکھتے ہیں اس لیے حاشیے میں بھی صرف اتنا لکھا گیا ہے کہ:

فرہاد کی قبر سے لالہ، شیریں کے ہونٹوں کے شوق میں اُگ رہا ہے (۸)

ذیل کے شعر میں فارسی لفظ 'رود' کو حافظ نے دو مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے:

خواہی کہ برنخیزدت از دیدہ رودِخون

دل در ہوایِ صحبت رودِ کسان مبند

ترجمہ: اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھ سے خون کی ندّی نہ بہے، لوگوں کے لڑکوں کی صحبت سے دل وابستہ نہ کر۔

اور حاشیے میں 'رود' کے بارے میں لکھتے ہیں:

رود پہلے مصرعے میں نہر کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرعے میں لڑکے کے معنی میں ہے۔ (۹)

جیسا کہ معلوم ہے، اس لفظی ترجمے میں اور اس کے ساتھ مختصر حاشیے کی مدد سے، اردو زبان کے عام قاری کو حافظ کے اس شعر کی کم از کم اوپر کی سطح کے معنی تک بہت آسانی سے آگاہی ہوسکتی ہے۔

قاضی صاحب نے ترجمے کے علاوہ حاشیہ نویسی کا بھی باقاعدہ اہتمام کیا ہے۔ ان کے حواشی مختصر لیکن بہت مفید ہیں۔ انھوں نے حواشی سے طرح طرح کے کام لیا ہے۔ جہاں جہاں ترجمے سے مفہوم کا ابلاغ نہیں ہوسکا ہے، حاشیے میں مزید وضاحت دی گئی ہے تاکہ شعر میں موجودہ پیچیدگیاں دور ہو جائیں اور قاری کے سامنے، حافظ کے اشعار کے مفہوم سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ ذیل میں کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:

صبا بہ خوش خبری ہدہد سلیمانست
کہ مژدۂ طرب از گلشن سبا آورد

ترجمہ: صبا خوش خبری میں سلیمان کا ہدہد ہے، کیونکہ مستی کی خوش خبری، سبا کے گلشن سے لایا ہے۔''

'صبا' اور 'سبا' کے مفاہیم اور ان کے شعر میں کردار کو قاری تک پہنچانے کے لیے حاشیے میں یوں لکھا گیا ہے:

صبا جو یار کا پیغام لا رہی ہے، وہ ہمارے لیے ایسی خوش کن ہے کہ جیسا ہدہد حضرت سلیمانؑ کے لیے خوش کن ثابت ہوئی تھی۔ سبا سے مراد کوچۂ محبوب ہے۔ (۱۰)

ذیل کے شعر کے ترجمے کے بعد انھوں نے حاشیے میں مزید توضیح دی ہے:

بہ طعنہ گفت شبی میرِ مجلس تو شوم
شدم بہ مجلس ِ اوکمترین غلام ونشد

ترجمہ: بطور طعنے کے اس نے کہا کہ کسی رات کو میں تیرا میر مجلس بنوں گا۔ میں اس کی مجلس میں کمترین غلام بن کر گیا، اور یہ نہ ہوا' (۱۱)

جس طرح معلوم ہے، ترجمے کے آخری جملے میں ایک طرح ابہام نظر آتا ہے، اس کو سمجھانے کے لیے، حاشیے میں شعر میں حافظ کے طنزیہ لہجے کی بھی نشاندہی کی ہے:

اس نے طنزاً کہا تھا ہم نے پھر بھی اس کو صحیح مانا، مجلس کی غلامی کی لیکن وہ جلوہ افروز نہ ہوا۔ (۱۲)

تیسری مثال ملاحظہ ہو:

روزی کہ چرخ از گل ما کوزہ ہا کند
زنہار کاسۂ سر ما پر شراب کن

ترجمہ: جس دن آسمان، ہماری مٹّی سے پیالہ بنائے گا، دیکھنا! ہمارے سر کے پیالے کو شراب سے بھر دینا!

اور حاشیے میں اس مفہوم کی وضاحت میں وہ لکھتے ہیں:

مرنے کے بعد جب ہماری مٹّی سے کمہار پیالے بنائے، تو میرے سر کی مٹّی کے پیالے میں شراب بھر دینا تا

کہ مستی قائم رہے۔(۱۳)

حاشیے میں قاضی صاحب نے حافظ کے اشعار کے لیے دوسرے شعرا کے کلام سے شاہد مثال کے طور پر استفادہ کیا ہے۔ ایسے اشعار کی تعداد بہت ہے۔ اس سے قاضی صاحب کے اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے ادب سے آگاہی اور ان کی مہارت کا بخوبی پتا چلتا ہے۔ حافظ کے ذیل کے شعر کے لیے، قاضی صاحب نے علامہ اقبال کا شعر اپنے موقف کی تائید کے لیے ذکر کیا ہے۔ حافظ کا شعر اور اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

زخوف بادیہ دل بد مکن ببند احرام
کہ مرد رہ نیندیشد ار چہ ناید باز

ترجمہ: جنگل کے ڈر سے دل رنجیدہ نہ کر، احرام باندھ لے، اس لیے کہ مردِ راہ، فکر نہیں کرتا ہے، خواہ وہ واپس نہ آئے۔"

حاشیے میں اقبال کا شعر اور مختصر وضاحت موجود ہے:

عاشق کے لیے خطرات سدّ راہ نہ ہونے چاہیے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی"(۱۴)

اقبال کے اس شعر کے ذکر سے ہمیں ایک بات کا بھی بخوبی پتا چلتا ہے کہ قاضی صاحب کو علامہ اقبال کی شاعری سے دلچسپی ہے۔ حافظ کے ذیل کے شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے قاضی صاحب، غالب کے ایک شعر کے ساتھ اس کا تعلّق جوڑتے ہیں۔ حافظ کا شعر ملاحظہ ہو:

چو قسمت ازلی بی حضور ما کردند
گراندکی نہ بہ وفق رضاست خردہ مگیر

ترجمہ: جب ازلی تقسیم، ہماری موجودگی کے بدون انھوں نے کی ہے، اگر تھوڑا سا مرضی کے موافق نہیں، اعتراض نہ کر۔

جس طرح ملاحظہ ہو رہا ہے، قاضی صاحب نے حافظ کے اس پُر مغز شعر کو بہت سادگی اور روانی سے ترجمہ کیا ہے اور قاری کے ذہن میں اس کو اور واضح کرنے کے لیے حاشیے میں توضیح کے بعد غالب کے شعر کا بھی ذکر کرتے ہیں:

خدائی فیصلے ہمارے سامنے نہیں ہوئے ہیں۔ اب اگر ہم سے تھوڑی سی غلطی ہو جائے تو ملامت کے قابل نہیں ہے:

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا؟(۱۵)

اگر چہ حافظ کے شعر میں تسلیم و رضا کی تلقین اور غالب کے شعر سے اعتراض و احتجاج کا پہلو نمایاں ہے، لیکن دونوں شعراء کے نزدیک تقدیر و قسمت، انسان کی عدم موجودگی میں دوسروں کے ذریعے لکھی جاتی ہیں اور یہ وہ نقطہ ہے جس میں

حافظ وغالب مشترک خیال رکھتے ہیں۔اس شعر کے مطالعے سے قاری بیک وقت دونوں شعراء کے فلسفے سے آ گاہی حاصل کرسکتا ہےاور یہ سب اس مترجم کی وجہ سے ہے کہ اردواور فارسی زبان کے ادب میں مہارت کی وجہ سے ان میں مشترکات کی نشاندہی کرسکتا ہے۔

قاضی صاحب حاشیوں میں اوپر کے مذکورہ نکات کے علاوہ تلمیحات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ وضاحت طلب الفاظ کے لیے بھی مختصر مگر مناسب توضیح لکھتے ہیں۔حافظ کے ذیل کے شعر میں ’رود‘، ’زیر‘اور ’بم‘ کے الفاظ کے بارے میں حاشیے میں وضاحت کی گئی ہے۔ذیل میں شعراوراس کے بارے میں دئے گئے حاشیے کا ذکر ہوتا ہے:

معاشری خوش و رودی بساز می خواہم
کہ دردِخویش بگویم بہ نالہ ٔبم وزیر

ترجمہ: ایک اچھادوست اور سازمیں سے ایک رود چاہتاہوں،تاکہ اونچے نیچے سروں سے،اپنادرد بیان کروں۔(۱۶)

حاشیے میں یوں لکھا گیا ہے:

رودایک قسم کے ساز کا نام ہے،زیرگانے میں دھیمی آوازاور بم بلندآواز کو کہتے ہیں۔(۱۷)

جس طرح ملاحظہ ہورہا ہے،انھوں نے مذکورہ بالا الفاظ کوقاری کے لیے واضح کردیا ہے۔

حافظ کے ایک شعر میں ایک محاورہ ’برسرِ آتش نشستن‘ آیا ہے۔ترجمے میں مفہوم لکھنے کے علاوہ قاضی صاحب حاشیے میں بھی اس کا مفہوم لکھا ہے۔شعراور حاشیہ ملاحظہ ہو:

از آب دیدہ بر سرِآتش نشستہ ام
کو فاش کرد درہمہ آفاق رازِمن

اور حاشیے میں اس کی وضاحت میں،لکھا گیا ہے:’برسرآتش نشستن،بےقرار ہوجانا‘(۱۸) حافظ کی غزلیات میں حضرت سلیمانؑ کی کہانی کا ذکر بہت ہے۔قاضی صاحب ان کے ایک شعر میں تلمیح کی توضیح میں حاشیہ دیا گیا ہے۔شعر دیکھیے:

براَہر من نتابد انواراسم اعظم
ملک آنِ تواست وخاتم فرمای ہر چہ خواہی

حاشیے میں لکھا گیا ہے:

مشہور ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی انگشتری پراسمِ اعظم کندہ تھا،جس کی وجہ سے وہ انسانوں اور جنوں پرحکومت کرتے تھے،صخر ہ نامی دیو نے وہ انگوٹھی چرالی تھی،لیکن پھر بھی حکومت اس کوراس نہ آئی۔(۱۹)

اس ترجمے کےمحاسن اورفاضل اوردانشمند مترجم کی مہارت پران مثالوں پراکتفا کیا جاتا ہے۔اس ترجمے کی کامیابی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اب تک ہندوستان کے علاوہ مختلف پبلشروں کی طرف سے اس ترجمے کی بہت سی اشاعتیں منظر

عام پر آ چکی ہیں اور حافظ خوانوں کے ذریعے خریداری ہوگئی ہیں۔ چونکہ پبلشرز ایک طرح سے غیر قانونی طریقے پر اس کی طباعت کرتے ہیں، اپنے پاس کوئی خاص ریکارڈ نہیں بناتے ہیں۔ اردو بازار کے ایک پبلشر کے بقول ۱۵ سے زائد طباعتیں خود پاکستان میں منظر عام آئی ہوئی ہیں۔

ترجمے کے معایب: اوپر کے مذکورہ محاسن کے ساتھ ساتھ ایسے موارد بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ مختلف وجوہات کی بنا بر ترجمہ غلط ہو گیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ترجمے میں ایسی غلطیاں بعید از امکان نہیں ہوتیں، اس لیے کہ ہر شخص کا ایک شعر سے جداگانہ فہم ہوتا ہے۔ ذیل میں ان معایب یا صحیح طور پر بعض کمزوریوں کا ترتیب وار ذکر کیا جائے گا۔

یوں نظر آتا ہے کہ بعض اشعار کے مفہوم سمجھنے میں، قاضی صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر ذیل کے شعر اور اس کا ترجمہ دیکھیے:

بوسیدن لب یار اول زدست مگذار
کآخر ملول گردی از دست ِلب گزیدن

ترجمہ: شروع ہی سے دوست کے ہونٹ کے بوسہ کو ہاتھ سے نہ دے، کیونکہ آخر ہونٹ کاٹنے کے ہاتھوں رنجیدہ ہوگا۔ (۲۰)

ترجمہ جیسا معلوم ہے لفظی کیا گیا ہے۔ پہلے مصرعے میں کوئی مشکل نظر نہیں آرہی ہے۔ لیکن دوسرے مصرعے میں، قاضی صاحب کے خیال میں رنجیدگی، ہونٹ کاٹنے کی وجہ سے ہوگی۔ لیکن سوچنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حافظ جیسے عظیم شاعر کے ہاں رنجیدگی اور ملالت کے لیے یہ وجہ نہیں ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے حافظ نے 'از دست ولب گزیدن' کا محاورہ 'پشیمان ہونا' کے مفہوم میں استفادہ کیا ہے جو غلطی سے قاضی کے مترجَم نسخے میں 'از دستِ لب گزیدن' درج ہوا ہے۔ اگر شعری پس منظر سے بھی دیکھا جائے، اس وقت ملالت اور رنجیدگی کی شدّت پشیمانی میں زیادہ ہے اور اسی نسبت سے ہاتھ کے کاٹنے سے ایک جسمانی کرب تو ممکن ہے لیکن اس میں وہ شاعرانہ حالت مفقود ہے حالانکہ اگر بوسہ نہ دینے میں پشیمانی کی شدّت کو دیکھا جائے، اس وقت یہ غم اور دکھ زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح ذیل کے شعر میں بھی ایک فارسی محاورے کے سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے:

این دل غمدیدہ حالش بہ شود دل بد مکن
وین سر شوریدہ باز آید بہ سامان غم مخور

ترجمہ: اس غم زدہ دل کا حال اچھا ہو جائے گا، ناامید نہ ہو، پریشان دماغ پھر آراستہ ہو جائے گا غم نہ کر۔ (۲۱)

ہر لفظ کے متعدد معانی ہو سکتے ہیں، جن کا موقع محل کی مناسبت سے، مفہوم بنتا ہے۔ میرے خیال میں قاضی صاحب کو فارسی محاورہ 'بہ سامان شدن' کے اس شعر میں مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ 'سامان' کا ایک دور معنیٰ 'آراستہ و منظّم' بھی ہے۔ لیکن 'بہ سامان شدن' کے محاورے کا فارسی میں زیادہ اور صحیح استعمال 'حال کا اچھا ہونا'، 'طبیعت

سنبھلنا' اور اس سے اس شعر میں 'پریشاں دماغی کا ازالہ ہونا اور برطرف ہونا' مراد ہے۔ عاشق جو ہجر کی وجہ سے ہر چیز سے دل برداشتہ ہو گیا ہے اور اسے جنون کی کیفیت طاری ہے، شاعر اس کی یوں نصیحت کرتے ہیں کہ سب کام سنبھل جائیں گے، دل کا حال ٹھیک ہو جائے گا اور ذہنی اذیّت بھی جلدی سے ختم ہو کر ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔

'شبگیر' کا لفظ ۸ مرتبہ حافظ کے دیوان میں ذکر ہوا ہے۔ شبگیر کا مفہوم 'صبح وسحر گاہ'(۲۲) اور فرہنگ دہ ہزار واژہ میں 'سحر، شبانہ، پایان شب'(۲۳) لکھا گیا ہے۔ قاضی صاحب نے اس لفظ کو سب آٹھوں اشعار کے ترجمے میں 'پوری رات، تمام رات اور تمام شب' لکھا ہے۔ مثال کے طور پر صرف دو شعر اور ان کے ترجمے دیکھیے:

عشرت شبگیر کن، می نوش کن کاندر راہِ عشق
شبروان را آشنائی ہاست با میرِ عسس

ترجمہ: پوری رات کا عیش کر، شراب پی۔ اس لیے کہ عشق کے راستے میں چوروں کو کوتوال سے تعلقات ہوتے ہیں۔(۲۴)

یا ذیل کے شعر کو دیکھیے:

تا مگر ہم چو صبا باز بہ زلفِ تو رسَم
کارِ من دوش بہ جز نالۂ شبگیر نبود

ترجمہ: شاید صبا کی طرح پھر تیری زلف تک پہونچ جاؤں، رات تمام شب، رونے کے سوا میرا کچھ کام نہ تھا۔(۲۵)

باقی دوسرے اشعار میں بھی ''شبگیر' کا مفہوم 'تمام رات، تمام شب اور پوری رات' لکھا گیا ہے۔

فارسی میں ایک دعائیہ لفظ 'بنام ایزد' موجود ہے جس کا مفہوم 'ماشاء اللہ'، 'احسنت' ہے جو تحسین وتعریف کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ حافظ کے دو شعروں میں موجود ہے۔ قاضی صاحب نے ایک میں مذکورہ بالا مفہوم میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ مصرع ملاحظہ ہو: ''چہ می در کاسۂ چشمست ساقی را بنام ایزد'' اور ترجمہ دیکھیے:

نامِ خدا، ساقی کی آنکھوں کے پیالے میں کیسی شراب ہے۔(۲۶)

لیکن اسی لفظ کو ایک اور شعر میں 'بخدا' جو ایک قَسمیہ لفظ ہے، کے مفہوم میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصرع دیکھیے: ''زاغ کلک من بنام ایزد چہ عالی مشرب است'' ترجمہ دیکھیے:

بخدا میرے قلم کا کوّا کس قدر عالی مرتبہ ہے۔(۲۷)

اس طرح کی دوگانگی سے قاری کا متجسّس ذہن پریشانی کا دچار ہو سکتا ہے۔

کسی تردید کے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس ترجمے میں ڈھونڈنے سے اور غلطیاں مل جاتی ہیں۔ لیکن مذکورہ غلطیوں کو مشتے نمونہ خروار کے طور پر پیش کر کے ایک بات کی طرف متوجّہ ہونا ضروری ہے کہ قاضی سجاد حسین صاحب کا یہ ترجمہ دیوان

حافظ کے تراجم کے ضمن میں بہترین تراجم میں سے ہے اور اس قسم کی غلطیاں بدیہی طور پر ہر ایک ترجمے میں اور ہر مترجم کے لیے ممکن ہے۔ اس کے اسباب و دلائل بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ لیکن

یہ بات نہ بھولنا چاہیے کہ برّعظیم میں جب قاضی صاحب یہ ترجمہ سرانجام دے رہے تھے، فارسی کا وہ ماحول نہیں رہا تھا جو اس سے ایک یا دو صدی پہلے موجود تھا۔ اس لیے سو فیصد اس سے صحیح ہونے کا انتظار بھی بے انصافی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس طرح کے کامیاب ترجمہ اِس عہد میں جب فارسی کا زوال اپنی انتہا پر پہنچ گیا ہے، ایک بڑا کارنامہ ہے اور اس زوال ے سدِّ باب کرنے میں اسی ترجمے کا بڑا ہاتھ ہوا ہوگا۔

حوالہ جات/حواشی

۱- دیوان حافظ مترجم، از قاضی سجاد حسین، ص: ۱۷

۲- ایضاً ص: ۱۷

۳- ان قطعات میں سے دراصل دو نظمیں قطعے کی ہیئت میں نہیں ہیں۔ چونکہ ان کی صنف مثنوی ہے اور مثنوی کے مطابق ہر شعر کے دو مصرعے ہم قافیہ ہیں۔ ایک نظم صفحہ نمبر ۴۵۱ میں ہے جس کے ۱۴ اشعار ہیں۔ اس کا پہلا شعر درج ذیل ہے:

سگ بر آن آدمی شرف دارد   که دل مردمان بیا زارد

اس بات کی طرف خود قاضی صاحب نے حاشیے میں اشارہ کیا ہے۔ دوسری نظم صفحہ نمبر ۴۵۳ میں ہے اور اس کے ۱۹ اشعار ہیں۔ اس نظم کا پہلا شعر درج ذیل ہے:

هر که آمد در جان ِ پرزشور   عاقبت می بایدش رفتن به گور

۴- ایضاً ص: ۲۴۳

۵- ایضاً ص: ۲۵۸

۶- ایضاً ص: ۱۹۰

۷- دیوان حافظ، نسخہ مطبوعہ غنی-قزوینی، ص: ۷۰ میں دوسرا مصرع یوں ہے: ''که لاله می دمد از خون دیدهٔ فرهاد''

۸- دیوان حافظ مترجم، از قاضی سجاد حسین، ص: ۱۸۱

۹- ایضاً ص: ۱۱۶

۱۰- ایضاً ص: ۱۳۹

۱۱- نسخہ مطبوعہ غنی-قزوینی، ص: ۱۱۴ میں مذکورہ شعر کی صورت ذیل میں درج ہے۔ دیکھیے:

به لابه گفت شبی میر مجلس تو شوم   شدم به رغبت خویشش کمین غلام ونشد

اس حالت میں شعر کا ظاہری مفہوم بھی اس نسخے سے مختلف ہے۔

۱۲- دیوان حافظ مترجم، از قاضی سجاد حسین، ص: ۱۹۵

۱۳- ایضاً ص: ۳۴۷

۱۴- ایضاً ص: ۲۴۰

۱۵- ایضاً ص: ۲۳۴

۱۶- اس شعر کے پہلے مصرعے کا ترجمہ صحیح نہیں۔ قاضی صاحب 'بساز' کو 'از ساز' (ساز میں سے) سمجھا ہے۔ حال آنکہ دراصل 'بساز' کا مفہوم 'تیار' اور 'بجانے کے لیے تیار' کے مفہوم میں ہے۔ یعنی مجھے ایک اچھے دوست اور بجنے کے لیے تیار ایک رود درکار ہے۔

۱۷- دیوان حافظ مترجم، از قاضی سجاد حسین، ص: ۲۳۳

۱۸- ایضاً ص: ۳۳۹ ۱۹- ایضاً ص: ۳۷۵

۲۰- ایضاً ص: ۳۴۴ ۲۱- ایضاً ص: ۲۳۵

۲۲- حافظ نامہ، جلد اول، ص: ۲۲۲

۲۳- فرہنگ دہ ہزار واژہ از دیوان حافظ، ج اول ص: ۸۸۱

۲۴- دیوان حافظ مترجم، از قاضی سجاد حسین، ص: ۲۴۵

۲۵- ایضاً ص: ۱۸۹

۲۶- ایضاً ص: ۲۶۰

۲۷- ایضاً ص: ۴۶

منابع وماٴخذ

۱۔ حافظ شیرازی، شمس الدین محمّد، کلیّات حافظ، بکوشش محمّد قزوینی و دکتر قاسم غنی، تہران، ۱۳۲۰ھ ش/۱۹۴۱ء

۲۔ خرمشاہی، بہاؤالدّین، حافظ نامہ، شرح الفاظ، اعلام، مفاہیم کلیدی و ابیات دشوار حافظ (بخش اول و دوم)، شرکت انتشارات علمی وفرہنگی، وانتشارات سروش، تہران، ۱۳۶۶ھ ش/۱۹۸۹ء

۳۔ قاضی سجاد حسین، دیوان حافظ (مترجم)، ناشر: مشتاق بک کارنر لاہور، ۱۳۸۲ھ ق

۴۔ مصفّی، ابوالفضل، فرہنگ دہ ھزار واژہ از دیوان حافظ، دو جلدی، شرکت انتشارات پاژنگ، تہران، بہار ۱۳۶۹ھ ش/۱۹۹۰ء